جرگہ کی حیثیت کاشرعی جائزہ

The Status of Jargah in Islam

* ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء

** محمد ناصر

Abstract

Different clans and tribes across the country prefer Jargah system to resolve their conflicts, fueds and personal problems in accordance with their praxis and traditions. Currently, the delay in justice system, the great number of lawsuits and the scarcity of judges has once again highlighted the importance of Jargah system which is considered an effective and most suitable method to resolve family disputes in particular. In the given article, the permissibility, conditions, types and charging of fee for Jargah, status of Jargah as well as some other aspects of jargah has been discussed in Islamic perspective.

Keywords: Jargah definition and Rulings, *Taḥkīm* in Islam, Traditional Assembly, *Shūrā*, Tribal Justice System, Conflict Resolution

جرگہ کسی قوم یا قبیلے کے مقامی اکابرین اور معتبرین پر مشتمل ایک ایسا قدیم اورروایتی مقتدر نجی ادارہ ہے جو اس قوم یا قبیلے کی عمومی ساخت اور بہبود پر اثر انداز ثقافتی، انتظامی ،عدالتی اور دیگر اہم معاملات اور تنازعات کی تصفیات کر تا ہے۔

جرگہ پختون، بلوچ ،افغان اور دیگر اقوام و قبائل کا خاصہ ہے۔اس کی مختلف تعریفات و تعبیرات یوں کی جاتی ہیں:

شاہ سوار خان کے مطابق'' جرگہ ایسے اکابرین اور جاننے والے کے گروہ کو کہتے ہیں جو فیصلہ کرنے کا علم اور قوت رکھتے ہوں اوران کو فریقین کی جانب سے بااختیار بنادیا گیاہو، گویا یہ حضرات قوموں کے فیصلے کرتے ہیں اور کسی معاملے کو حل کرنے کے لیے مخصوص وقت میں اکٹھے ہوتے ہیں''[1]

عطا شاد جرگے کی تعریف کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ'' متنازعہ فریق قبائل کے سردار یا معتبرین کا (جو اپنے اپنے قبیلوں کی نمائندگی کرتے ہوں) دوسرے غیر جانب دار قبائلی سرداروں کی معیت میں متنازعہ فریقین کے درمیان فیصلہ صادر کرنے والا دیوان جرگہ کہلاتا ہے۔''[2]

جرگے کی ایک تعریف یوں بھی کی گئی ہے'' کسی قانون کا سہارا لیے بغیر بااثر لوگوں کا فریقین کے معاملات اور جھگڑوں کو باہمی گفت وشنید کے ذریعے حل کرنے کو جرگہ کہتے ہیں۔''[3]

میر رحیم داد شاہوانی کے مطابق ''جرگہ ترکی لفظ ہے جو مختلف قومی مسائل کو حل کرنے کے لیے طلب کیا جاتا ہے۔اس میں قوم کے ہر قبیلے کا سردار حصہ لیتاہے اورانہیں رائے دینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ گویا قوم کی مجلسِ شوریٰ کو جرگہ کہتے ہیں۔''[4]

درج بالا تعریفات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ جرگہ درحقیقت کسی قوم یا قبیلے بالخصوص پشتون وبلوچ قبائل کے مقتدرین (خانان، ملکان، سرداران، مشران) کی ایک روایتی اسمبلی ہوتی ہے جو فریقین کے مابین مسائل وتنازعات کے حل، صلح،

*پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پشاور۔

**پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اسلامیات، جامعہ پشاور / لیکچرار، شعبہ تھیالوجی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور۔

تصفیہ یا باہمی مشاورت کرانے کے لیے منعقد کی جاتی ہے۔ اس میں دونوں فریقین کے نمائندوں کے علاوہ معزز مذہبی رہنما، اور اہم علاقائی لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ جرگہ کو مقامی نظامِ انصاف، مصالحت، ثالثی اور قانونی کونسل کی روایتی صورت بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

مختلف اقوام و قبائل میں جرگہ کے متبادل نام اور مختلف اقسام میں مقامی جرگہ، قبائلی جرگہ، شاہی جرگہ، ننواتے، پنچائیت، خویندو جرگہ، وڑہ جرگہ (چھوٹا جرگہ)، لویہ جرگہ (بڑا جرگہ یا جرگہ عظمیٰ یا گرینڈ کونسل)، اولسی جرگہ (عوامی جرگہ)، مشرانو جرگہ قابلِ ذکر ہیں۔ ملک کے طول و عرض میں مختلف قومیں اور قبائل اپنے رواج اور ثقافت کے مطابق ملکی، قومی، علاقائی اور نجی مسائل کے حل کے لیے جرگہ کو ترجیح دیتے ہیں اور خاص طور پر موجودہ دور میں عدالتی نظام کی سست روی، مقدمات کے انبار اور ججز کی خاطر خواہ قلت نے ایک بار پھر جرگہ کی اہمیت کو اُجاگر کر دیا ہے اور عائلی مسائل کے حل کے لیے جرگہ موئثر اور مناسب ترین طریقہ کار ہے۔ ذیل کے مضمون میں جرگہ کے بعض پہلوؤں: جواز، شرائط، اقسام اور اس پر اُجرت لینے پر بحث کے بعد اس کی شرعی حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کیونکہ قاضی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جسے ریاست کی طرف سے لوگوں کے فیصلوں کو نمٹانے کے لیے مقرر کیا گیا ہو اور دوسرا وہ جو ریاست کی طرف سے منتخب نہ ہو بلکہ متخاصمین نے باہمی رضامندی سے اس کا انتخاب کیا ہو اگرچہ یہ حقیقتاً تو قضاء نہیں لیکن قضاء کی ایک قسم ضرور ہے۔ جس کے لیے عرف میں جرگہ، پنچائیت اور تحکیم کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ تحکیم باب تفعیل کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے حوالہ کرنا، تفویض کرنا، سپرد کرنا، جیسا کہ عربی کا مقولہ ہے:

''حکمت الرجل ای فوضت الحکم الیه '' [5]

''میں نے فیصلے کا اختیار اس کے حوالے کیا''

کیونکہ جرگہ میں بھی فریقین اپنے فیصلے کا اختیار حکم کے حوالے کر دیتے ہیں اس لیے اسے تحکیم کہا گیا۔ فقہاء کی اصطلاح میں خصمین (مدعی اور مدعیٰ علیہ) کا باہمی رضامندی سے اپنے فیصلے کا اختیار کسی کے سپرد کر دینے کو تحکیم کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں: "تولية الخصمين حاكماً يحكم بينهما'' [6] صاحب شرح المجلۃ کی رائے بھی یہی ہے لیکن انہوں نے باہمی رضامندی کی قید کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''هو عبارة عن إتخاذ الخصمين آخر حاكماً برضاهما لفصل خصومتهما ودعواهما '' [7]

مذکورہ تعریف سے معلوم ہوا کہ باہمی رضامندی سے اپنے درمیان فیصلہ کا اختیار کسی کے حوالے کرنے کا نام تحکیم ہے۔

جرگہ کا ثبوت قرآن مجید سے:

اسلام میں تحکیم (جرگہ) کے ذریعے فیصلوں کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اس کے جواز کی دلیل سورۃ النساء کی وہ آیت کریمہ ہے جس میں اللہ رب العزت نے زوجین کی باہمی ناچاقی کو ختم کرنے اور ان کے تعلق کو بحال رکھنے کے لیے جو مصالحتی صورت تجویز فرمائی وہ جرگہ کی ہے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

''فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من اهلها ''[8]

"تو مقرر کرو ایک منصف مرد کے کنبہ والوں میں سے اور ایک منصف عورت کے کنبے والوں میں سے"

اسی لیے دیگر مسائل جن میں مصالحت ممکن ہو ان کے لئے اسی آیت کریمہ کو اصل قرار دیا جائیگا۔ چنانچہ صاحب فتاوی الولوالجیہ فرماتے ہیں:

''فلما جاز التحكيم فی حق الزوجين دل ذلک على جواز التحكيم فی سائر الحقوق والدعاوی''[9]

"کہ جب تحکیم حقوق الزوجین میں جائز ہے تو باقی تمام مسائل میں بھی سوائے حدود و قصاص کے جائز ہو گی"

جرگہ کا ثبوت حدیث نبوی ﷺ سے:

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تحکیم کا عمل جاری رہا اور آپؐ نے تحکیم کے ذریعے فیصلے بھی کیے۔ منجملہ ان میں سے حضرت سعدؓ کو حکم بنانے کا ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ بنو قریظہ نے جنگ خندق کے موقع پر مشرکین مکہ کا ساتھ دے کر مسلمانوں سے غداری کر کے امن معاہدے کی خلاف ورزی کی تو نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت کے حکم سے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا، بنو قریظہ نے قلعے میں محصور ہو کر پناہ لی۔ آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ جاری رکھا بالآخر بنو قریظہ نے نبی کریم ﷺ کو مذاکرات کی پیشکش کی اور اپنے متعلق فیصلہ چاہا لیکن یہ شرط لگائی کہ ہم آپ ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتے ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان حضرت سعدؓ حکم ہوں گے وہ جو فیصلہ بھی کریں گے ہمیں منظور ہو گا۔ آپؐ نے بھی اس پر آمادگی کا اظہار کیا۔ حضرت سعدؓ کو بلوایا (چونکہ جنگ خندق میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے۔ اس وقت موجود نہیں تھے اور اسی زخم کی وجہ سے بعد میں وفات بھی پائی)۔ حضرت سعدؓ تشریف لائے تو یہ فیصلہ کیا کہ ان کے نوجوانوں کو قتل کر کے ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا جائے۔ اس فیصلے پر آپؐ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت سعدؓ کے فیصلے کو اللہ رب العزت کے فیصلے کی طرح قرار دیا چنانچہ امام بخاریؒ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''إن أهل قريظه نزلوا على حكم سعد فأرسل النبی ﷺ فجآءفقال قوموا إلى سيدكم أوقال إلى خيركم فقعد عند النبی ﷺ فقال هٰؤلآءنزلوا على حكمک قال فإنی أحكم أن تقتل مقاتلهم وتسبى ذراريهم فقال لقد حكمت بما حكم به الملک'' [10]

"حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ بنو قریظہ حضرت سعدؓ کے فیصل بننے پر اپنے قلعوں سے نیچے اترے نبی کریم ﷺ نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا پس وہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے سردار یا اپنے بہتر کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ تیرے فیصلے کو قبول کرنے کی شرط پر اُترے ہیں انہوں نے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے جوانوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آپؓ نے وہ فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔"

بیہقی کی ایک روایت جس کے راوی حضرت عامرؒ ہیں، میں آیا ہے:

''كان بين عمر وأبی خصومة فی حائط فقال عمر بينی و بينک زيد بن ثابت فانطلق فطرق عمر الباب فعرف زيد صوته ففتح الباب فقال يا أميرالمؤمنين أبعثت إلى حتى أتيک فقال فی بينه يؤتى الحكم''[11]

"میرے والد اور حضرت عمرؓ کے درمیان زمین کے سلسلے میں تنازعہ کھڑا ہو گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے اور آپ کے درمیان فیصل حضرت زید بن ثابتؓ ہونگے اور حضرت زیدؓ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، دروازہ کھٹکٹایا۔ حضرت زیدؓ حضرت عمرؓ کو آواز سے پہچان گئے۔ دروازہ کھولا اور فرمایا: اے امیر المؤمنین کسی کو بھیج کر مجھے بلوایا ہوتا تاکہ میں آپ کے

پاس آتا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ہم آپ کے ہاں اس لیے آئے ہیں تا کہ آپؓ ہمارے درمیان فیصلہ کریں"۔

مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت جس کے راوی ابن سیرینؒ ہیں، میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا ذکر ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ آپؓ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہو حالانکہ آپ کو اس کے لیے منتخب نہیں کیا گیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ ہاں میں لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا تو پھر اس کی ذمہ داری بھی آپ ہی پر ہوگی۔ حدیث میں ہے:

إن عمر قال لأبی موسیٰ إذا بلغنی إنک تقضی ولست بأمیر قال بلیٰ قال فول حارها من تولی قارها''[12]

"حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ہیں حالانکہ آپؓ امیر نہیں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں میں لوگوں کے فیصلے کرتا ہوں جبکہ میرا انتخاب اس کے لیے نہیں کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر اس کی ذمہ داری (سزا و جزا) بھی آپ پر ہوگی"۔

مصنف عبد الرزاق ہی کی ایک دوسری روایت جس کے راوی عاصمؒ ہیں میں اسی طرح کے ایک اور واقعے کا تذکرہ ہے کہ دو آدمیوں میں تنازعہ ہوا اور وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آئے اور ان سے فیصلہ چاہا تو انہوں نے ان کے درمیان فیصلہ کر دیا۔

''ان رجلین أتیا إلی عبیدة یختصمان إلیه فقال أتوا أمرانی فقا ل نعم فقضی بینهم'' [13]

" دو آدمی حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپؓ ہمارے درمیان فیصلہ کریں انہوں نے کہا ٹھیک ہے اور ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا"۔

ان احادیث سے تحکیم کا جواز ثابت ہو رہا ہے لیکن سنن نسائی کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ سے ایسے افراد کی تعریف و تحسین منقول ہے۔ ابو شریح ہانی بن یزید بھی اپنی قوم کے فیصلے کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ ابوالحکم کی کنیت سے مشہور ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ آپ نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھی ہے حکم تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہانی نے جواب دیا: میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے تو وہ اپنے فیصلے میرے پاس لاتے ہیں میں ان کے فیصلے کرتا ہوں اور دونوں فریق میرے فیصلے سے خوش ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ حضورؐ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے اور پھر نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی۔ سنن نسائی میں یہ حدیث شریح بن ہانی کے واسطے سے منقول ہے۔ وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''إنه لما وفد رسول الله ﷺ سمعهم وهم یکنون هانئاً أبا الحکم فدعاه رسول الله ﷺ فقال إن الله هو الحکم وإلیه الحکم فلم تکنی أبا الحکم قال إن قومی إذاختلفوا فی شیئٍ أتونی فحکمت بینهم فرضی کلا الفریقین قال ما أحسن من هذا '' [14]

"جب رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد آیا تو آپؐ نے سنا کہ وہ ہانی کو ابا الحکم کہہ کر پکار رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ حکم تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حکم بھی اسی کا ہے تم نے اپنی کنیت ابو الحکم کیوں رکھی ہے۔ ہانی نے کہا کہ جب میری قوم کا آپس میں کسی چیز پر اختلاف ہو جائے تو میرے پاس آتی ہے میں ان کے درمیان فیصلہ کر لیتا ہوں جس سے دونوں فریق خوش ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے بہتر اور کیا ہے۔"۔

تحکیم کے جواز کا ثبوت اجماعِ اُمت سے:

اسی طرح تحکیم کا جواز اجماع سے بھی ثابت ہے۔ مؤرخین کے مطابق جب قصاص عثمانؓ پر حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ باہم مختلف ہوئے اور اختلاف کی نوعیت شدت اختیار کر گئی اور نوبت جنگ تک پہنچی جس میں جانبین سے کبار صحابہ کرامؓ نے شہادت پائی بالآخر فریقین نے ثالث (حکم) ہی کے ذریعہ فیصلہ کرنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاویہؓ اور ان کے حواریین کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ کا انتخاب کیا گیا۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''وحكموا الحكمين: فحكم على أبا موسىٰ الأشعرى وحكم معاوية عمروبن العاص'' [15]

ارکان جرگہ:

جرگے کا رکن متخاصمین کی باہمی رضامندی ہے۔ صاحب شرح مجلۃ الاحکام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ركن التحكيم : هو إيجاب المتخاصمين'' [16]

جبکہ کنزالدقائق کے محشی ابوالحسن نانوتوی اس کے ساتھ فریق ثانی کے قبول کو لازمی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' وركنه اللفظ الدال عليه مع قبول الأخر'' [17]

کیونکہ فریقین کی رضامندی کے بغیر کسی کو حکم مقرر کرنا درست نہیں اور ایسے حکم کا فیصلہ نافذ العمل نہیں ہو گا۔

شرائط جرگہ:

جرگہ کی شرائط کا تعلق جانبین سے ہے۔ کچھ شرائط ایسی ہیں کہ جن کا حکم یعنی (فیصل) میں پایا جانا ضروری ہے اور کچھ کا محکم میں پایا جانا ضروری ہے۔ متخاصمین میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ عاقل ہونا:　　مجنون یا بچے کا کسی کو حکم مقرر کرنا درست نہیں ہو گا۔

۲۔ بالغ ہونا:　　نابالغ بچے کے مقرر کیے گئے حکم کا فیصلہ درست نہیں ہو گا۔

لیکن حکم کا آزاد ہونا ضروری نہیں ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے صاحب کنز فرماتے ہیں:

'' وشروطه من جهة المحكم بالكسر، العقل و البلوغ لا الحرية'' [18]

محکّم کے لئے وہی شرائط ہیں جن کا قاضی میں پایا جانا لازمی ہے کیونکہ تحکیم بھی قضا کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ صاحب کنزالدقائق فرماتے ہیں: ''لوصلح المحكم قاضياً'' [19]

صاحب ہدایہ بھی انہی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے قرار دیتے ہیں: "فيشترط أهلية القضاءولا يجوز تحكيم الكافر والعبد والذمى" [20]

جبکہ کنز کے محشی بھی قضاء ہی کی شرائط کو لازم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' ولأن بمنزلة القاضى فيما بين المتخاصمين فيشترط فيه ما يشترط فى القاضى : '' [21]

حکم میں اِن شرائط کے پائے جانے کے ساتھ ساتھ چند اور شرائط کا بھی پایا جانا ضروری ہے:

1. جس کو فیصلے کا اختیار سونپا جا رہا ہے اس کا متعین ہونا ضروری ہے۔ غیر متعین شخص کو فیصل بنانا درست نہیں کیونکہ فقہاء نے

صراحت سے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ کل جو شخص سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوا وہی فیصلہ کرے گا تو ایسے غیر متعین شخص کو فیصل بنانا درست نہیں۔

2. اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ فیصلہ کسی شرط سے معلق نہ ہو اگر فیصلہ شرط سے معلق ہو تو بھی فیصل بنانا درست نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حکم کے لیے درج ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا۔ ۲۔ عاقل ہونا۔ ۳۔ بالغ ہونا۔

۴۔ فیصل کا معیّن ہونا۔ ۵۔ فیصلہ کا کسی شرط سے معلق نہ ہونا۔

صاحب شرح مجلۃ الاحکام ان تمام شرائط کا احاطہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وشروط التحکیم أولاً أن یکون الطرفان أی ا لمحکمان عاقلین فلذلک لا یجوز التحکیم الصبی والمجنون، ثانیاً أن یکون الحکم أھلا للشھادۃ، ثالثاً أن یکون الحکم معیناً ، رابعاً أن لا یعلق التحکیم علی شرط أو یضاف إلی وقت وھو قول المفتیٰ بہ '' [22]

علامہ کاسانی بھی اس جیسی شرائط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فنقول الصلاحیۃ للقضاءلھا شرائط منھاالعقل والبلوغ والإسلام والحریۃ والبصر والنطق والسلامۃ عن حد القذف''[23]

فتاویٰ ولوالوجیہ کے مصنف بھی یہی شرائط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ویشترط فی المحکم أن یکون حراً بالغاً عاقلاً عدلاً مقبول الفتوی عالما بالشریعۃ والضابط فیہ'' [24]

جبکہ کتاب ادب القاضی میں انہی سے ملتی جلتی شرائط ذکر کی گئیں ہیں کہ:

ویشترط فی المحکم أن یکون حراً بالغاً عاقلاً عدلاً مقبول الفتویٰ عالماً بالشریعۃ والضابط فیہ '' [25]

غرض حکم کے تعین کی شرائط قاضی کی تعیین کی شرائط کی طرح ہیں لیکن ان شرائط کے ساتھ ساتھ حکم کے فیصلے کا شرعی اصولوں کے موافق ہونا ضروری ہے۔ صاحب شرح المجلہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حکم المحکمین موافقاً لأصول المشروعۃ '' [26]

اسی طرح حکم کے انتخاب کے وقت فریقین کی باہمی رضامندی ضروری ہے۔ علامہ عینیؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

'' وإذا حکم رجلان رجلاً فحکم بینھما ورضیا بحکمہ جاز لأن لھما ولایۃ علی أنفسھما فصح تحکیمھما وینفذ حکمہ علیھما '' [27]

اور اگر حکم ایک سے زائد ہوں تو اُن کا فیصلے پر متفق ہونا ضروری ہے اگر متفق نہ ہوں تو وہ فیصلہ نافذ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں اس کی صراحت موجود ہے:

''ولو حکما رجلین لا بد من إجتماعھما حتی لو حکم أحدھما دون الآخر فإن ذلک لا یجوز'' [28]

اور صاحب فتاویٰ ولوالوجیہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ولو أن رجلين تنازعا فحكما بينهما رجلين فاختلف المحكمان فى الحكم فرأى أحدهما فى ذلك رأياً ورأى الأخر خلافه فانه لا يجوز إلا أن يجمعا على حكم واحد لأن المحكمين رضيا برأيهما'' [29]

ان عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکمین کا فیصلے پر متفق ہونا ضروری ہے کیونکہ فریقین (مدعی اور مدعیٰ علیہ) دونوں کے حکم بنانے پر رضامند ہوئے ہیں نہ کہ کسی ایک کے حکم ہونے پر اور صورت مذکورہ میں حکمین کا فیصلے پر اتفاق نہیں پایا جاتا تو یہ فیصلہ دو آدمیوں کا نہیں بلکہ ایک شخص کا ہوگا جبکہ فریقین نے دونوں کو فیصلے کا اختیار دیا تھا۔ جس طرح فیصلے کے صادر کرنے میں حکمین کا فیصلے پر اتفاق ضروری ہے اسی طرح فریقین کو بھی حکمین کے صادر کردہ فیصلے پر رضامند ہونا ضروری ہے صاحب ولوالوجیہ فرماتے ہیں:

''وحكم المحكم إنما ينفذ على من رضى بحكمه '' [30]

نیز حکم کا فیصلہ حاضرین تک محدود ہونا ضروری ہے۔ اگر فیصلہ غائب سے متعلق ہو تو بھی نافذ نہیں ہوگا۔ چنانچہ صاحب محیط البرہانی رقمطراز ہیں: ''إن حكمه لا يتعدى إلى الغائب '' [31] ۔ تحکیم کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ جزوقتی تحکیم　　　　۲۔ کل وقتی تحکیم

جزوقتی تحکیم کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ یا خاص وقت میں کسی کو فیصلے کا اختیار دینا۔ فقہاء تحکیم کے باب کے تحت جو احکامات ذکر کرتے ہیں ان کا تعلق اسی قسم کے ساتھ ہے۔ کل وقتی تحکیم کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو ہمیشہ کے لیے اپنے متعلق کسی بھی فیصلے کا اختیار دینا تحکیم کی یہ صورت فقہاء کے ہاں رائج نہیں کیونکہ تحکیم مصالحت کی ایک صورت ہے اور مصالحت کی ضرورت بعض حالات میں پیش آتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس دوسری صورت کا ذکر فقہاء کے ہاں نہیں پایا جاتا۔

تحکیم کے اخراجات کا حکم:

فریقین جب تنازعہ کے ختم کرنے کے لیے تحکیم پر متفق ہو جائیں اور حکم کا انتخاب بھی ہو جائے تو فیصلہ صادر کرنے سے پہلے اس پر ہونے والے اخراجات مثلاً گواہوں کی حاضری کے اخراجات، تحقیق کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے اخراجات، اور فیصل کے اخراجات کا ذمہ دار کون ہوگا؟ فقہاء نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے:

صاحبِ استطاعت حکم کو اخراجات کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے اگر غریب ہو تو اس کے لیے بیت المال سے نفقہ مقرر ہوگا یا نہیں؟ نفقہ مقرر ہو تو تب بھی فریقین سے اخراجات کا وصول کرنا جائز نہیں اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ کہ ایسے لوگوں کی تنخواہ بیت المال کے ذمہ ہونی چاہیئے تاکہ انصاف پر مبنی فیصلوں کو یقینی بنایا جاسکے اور اگر حکم کی تنخواہ بیت المال سے مقرر نہ ہو تو پھر فریقین سے ضرورت کے مطابق اُجرت لی جائے گی، دوسرے قول کے مطابق مدعی یا مدعیٰ علیہ میں سے کسی ایک سے وصول کی جائے گی جس کے لئے فقہاء نے آٹھ شرائط ذکر کیں ہیں۔ اجرت لینے کی بحث فقہاء نے باب القضاء کے تحت کی ہے چونکہ تحکیم بھی قضا کی ایک صورت ہے اس لیے یہاں بھی وہی حکم لاگو ہوگا۔ فقہاء نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی کسی سے کہے :

''لا أقضى بينكما إلا أن يجعل جازله أخذالجعل لا الأجرة '' [32]

''میں تمہارے درمیان فیصلہ نہیں کرتا جب تک میرے لیے اجرت مقرر نہ کرلو''

تو اس کا یہ کہنا جائز ہے البتہ یہ رقم اجرت نہیں بلکہ تبرع اور احسان کے زمرے میں شمار ہوگا فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ اجرت

بیت المال سے ادا کی جائے تو بہتر ہو گا علامہ ماوردی فرماتے ہیں:

''والقضاء مما یجوز أخذ الرزق علیه من بیت المال'' [33]

'' اگر حکم غریب ہو تو پھر بیت المال سے لے گا''

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''إن کان القاضی فقیراً محتاجاً الأولیٰ أن یأخذ رزقه من بیت المال '' [34]

صاحب استطاعت حکم کے اجرت لینے یا نہ لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے لیکن اجرت نہ لینے کو فقہاء نے راجح قرار دیا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''فإن کان غنیا تکلموا فیه والأولیٰ أن لا یأخذ من بیت المال ''[35]

اجرت لینا اس لیے جائز ہے کہ اس قسم کے لوگ عوامی مصالح اور تنازعات ختم کرنے میں مصروف رہتے ہیں اگر انہیں کچھ نہ دیا گیا توان کی نظریں لوگوں کی طرف اٹھنا شروع ہو جائیں گی۔ جیسا کہ صاحب معین الحکام اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وأرزاق الاعوان الذین یوجههم فی مصالح الناس ورفع المدعی علیه وغیر ذلک من حقوق الناس یکون من بیت المال کالحکم فی أرزاق القضاة ولا ینبغی للقاضی أن یجعل لهم شیئاً فی أموال المسلمین وإذا کان لهم رزق من بیت المال فلا یجوز لهم اخذ شی ء علی القضایا التی یبعثون فیها کما لا یجوز للقضاء أخذ شئ"[36]

جبکہ علامہ عبد الحئ لکھنویؒ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ورزق القاضی وکفایته وکفایة أهله وعوانه ومن یولهم یکون من بیت المال لأنه محبوس لحق العامة فلولا الکفایة ربما یطمع فی أموال الناس وأن عمر أعطی شریحاًکل شهر مئة درهم وأعطاه علی کل شهر خمس مئة درهم'' [37]

اگر بیت المال سے حکم کی تنخواہ مقرر ہو تو پھر خصمین سے اجرت لینا حرام ہو گا۔ فقہاء اس کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''إن کان للحاکم رزق من بیت المال حرم علیه أخذا لأجرة قولا واحداً وأن الحاکم لا رزق له فعلی وجهین الإباحة لأنه عمل مباح ''[38]

جبکہ حنابلہ اور شوافع کا مسلک یہ ہے کہ جس کے لیے فیصلہ کیا گیا اجرت اسی پر لازم ہو گی صاحب البهجة فرماتے ہیں؛

وَأُجْرَةُ العَوْنِ علی صاحِبِ حَقْ ومَنْ سِواهُ إنْ أُلَدَّ تُستَحَق

اس شعر کی تشریح میں شارح لکھتے ہیں:

"(وأجرة العون)ا لجالب للخصم إذا لم یرزق من عند القاضی ولا من بیت المال '' [39]

''قاضی یا بیت المال سے جس کے لیے اجرت مقرر نہ ہو تو حکم اجرت اس سے لے گا جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا''

اجرت لینے کے لیے آٹھ شرائط ہیں:

1. فریقین کو اجرت کا پہلے سے علم ہونا چاہیے، فیصلہ کرنے کے بعد اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔
2. تہمت سے بچنے کے لیے یہ رقم دونوں سے لی جائے گی۔

3. متعین رقم میں اضافہ نہیں کیا جائے گا، اگر اضافہ کرنا چاہیے تو بقدر ضرورت ہو گا۔
4. حکم اگر متعین فیس لے رہا ہے تو لوگوں کو اس کا علم ہونا چاہیے۔
5. فیس لینا اس وقت جائز ہے جب حکومت کے پاس وسائل کی کمی ہو۔ اگر وسائل ہوں تو پھر جائز نہیں۔
6. فیس لینے کی اجازت حکومت وقت کی طرف سے ہو۔ حکومت کی اجازت کے بغیر فیس لینا جائز نہیں۔
7. خصمین سے جو لیا جا رہا ہے وہ فیصلے پر اثر انداز نہ ہوتا ہو اور نہ ان کے لیے نقصان کا سبب بن رہا ہو اگر مال لینے سے ان کے فیصلے پر اثر پڑتا ہو یا ان کے لیے نقصان کا باعث ہو تو پھر ان سے کچھ لینا جائز نہیں۔
8. اجرت لینے کی وجہ سے غلط فیصلے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر غلطی کا اندیشہ ہو تو پھر اجرت نہیں لی جائے گی۔[40]

تحکیم کے اعتبار سے احکام کی تقسیم:

تحکیم کے صحیح یا غلط ہونے کے اعتبار سے احکامات کو تین طرح سے تقسیم کیا گیا ہے۔ بعض احکامات میں تحکیم بالاتفاق جائز، بعض میں بالاتفاق ناجائز اور بعض کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

1۔مالی حقوق: عقود معاوضات اور ایسے مسائل جن میں معافی یا براءت جائز ہو، ان میں تحکیم بالاتفاق جائز ہے۔

2۔وہ منصوص حقوق اللہ جن کے نفاذ کے لیے قاضی لوگوں کو مجبور کرنے کا مجاز ہو۔ ان میں بالاتفاق تحکیم ناجائز ہے۔

3۔چار قسم کے احکامات (نکاح، لعان، قذف اور قصاص) ایسے ہیں جن کے جواز یا عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

خلاصہ بحث:

قرآن و حدیث کی روشنی میں جرگے کا جواز قطعی طور پر ثابت ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے جو ذاتیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اخوت اور بھائی چارگی کے جذبے کے ساتھ اس میں حصہ لے کر تنازعات کو ختم کریں۔ جرگہ ان اُمور میں منعقد کیا جائے گا جن میں صلح جائز ہو۔ لہٰذا حدود و قصاص میں جرگے کا انعقاد درست نہیں ہو گا۔ اسی طرح جرگہ کے لیے مسئلہ کی نوعیت کو دیکھ کر افراد کا انتخاب کیا جائے کیونکہ کل وقتی جرگے کا تصور فقہاء کے ہاں نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح جرگے کے لیے ان افراد کا انتخاب کیا جائے جو معیشت کی فکر سے آزاد ہوں یا ان کی معیشت کی ذمہ داری حکومت وقت کے ذمہ ہو تاکہ لوگوں کے لیے بروقت انصاف کی فراہمی کو ممکن بنایا جاسکے۔

حواشی و حوالہ جات:

[1] شاہ سوار خان مروت، جرگہ، ص18، دانش پرنٹنگ پریس، پشاور، طبعِ اوّل: مارچ ۲۰۰۸ء

[2] عطاشاد، بلوچی نامہ، ص11، مرکزی اُردو بورڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء

[3] دیکھیے: محمد دلم فیض داد، مترجم: موسیٰ خان، جرگہ تاریخ کے آئینے میں، ص16، ادارہ استحکامِ پاکستان، لاہور، طبع غیر معلوم

[4] میر رحیم داد شاہوانی (مولائی شیدائی)، تاریخِ قلات، ص116، بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء

[5] ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، ردالمحتار علی الدر المختار، : باب التحکیم، کتاب القضاء، 5/428۔ دار الفکر بیروت طبعہ ثانیہ 1992

[6] ردالمحتار علی در المختار، 5/428، (باب التحکیم)، کتاب القضاء۔

[7] علی حیدر، درالحکام شرح مجلۃ الاحکام، ص78، مادہ 179۔ المکتبۃ العربیہ، کانسی روڈ کوئٹہ، طبع غیر معلوم

[8] القرآن، سورۃ النساء: 35

[9] الولوالجی، ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید بن ابی حنیفۃ بن عبد الرزاق، الفتاویٰ الولوالجیۃ: باب التحکیم، 4/69 دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط اولی 2003ء

[10] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الصحیح: باب قول النبی۔۔ قوموا الی سیدکم، رقم الحدیث: 6262۔ دار طوق النجاۃ، طبعہ اولی 1422

[11] بیہقی، احمد بن حسین بن علی، السنن: باب القاضی لا یحکم لنفسہ، رقم الحدیث 21096، دار الفکر، بیروت طبع اولیٰ، 1996

[12] عبد الرزاق بن ہمام، المصنف: باب ھل یقضی الرجل بین الرجل ولم یول المجلس، رقم الحدیث 15293، المکتبۃ العلمی، ط اولیٰ 1996

[13] مصنف عبد الرزاق، ج 8، رقم الحدیث 15294۔

[14] النسائی، احمد بن شعیب بن علی، السنن: کتاب ادب القاضی، باب اذا حکموا رجلا فقضی بینھم، ج 8/3587، ط ثانیہ، 1986ء، حدیث صحیح ہے۔

[15] السیوطی، عبد الرحمن بن أبی بکر جلال الدین، تاریخ الخلفاء، 1/ 135، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ط اولیٰ، 2004ء۔

[16] درالحکام شرح مجلۃ الاحکام، مادہ 179، ص 696۔

[17] کنز الدقائق: باب التحکیم ص 282، مکتبہ علمیہ کانسی روڈ کوئٹہ۔

[18] نفس مصدر و صفحہ

[19] نفس مصدر و صفحہ

[20] المرغینانی، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر، الھدایۃ: باب التحکیم، ج 5/370، مکتبۃ البشریٰ، مطبوعہ 2007

[21] نفس مصدر و صفحہ

[22] در الحکام شرح مجلۃ الاحکام، ص 696۔

[23] الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: کتاب القضاء، فصل فی بیان من یصلح للقضاء، ج 7/3۔ دار الکتب العلمیۃ، طبعہ 1986

[24] الفتاوی الولوالجیۃ، ط اولیٰ، ج 4/221۔

[25] ابن ابی الدم، کتاب ادب القاضی اوالدرر المنظومات فی الاقضیۃ والحکومات، ص 122، ط اولیٰ، طبع 1987ء

[26] در الحکام شرح مجلۃ الاحکام، ج 4/701

[27] العینی، ابو محمد محمود بن احمد، النھایۃ شرح الھدایہ، ج 8/66، دار الفکر بیروت، طبع ثانیہ 1990ء

[28] شیخ نظام الدین البلخی وجماعۃ، فتاویٰ عالمگیریہ: الباب الرابع والعشرون فی التحکیم، (کتاب القضاء)، 3/399، دار الفکر، ط ثالثہ، 1310ھ

[29] فتاوی ولوالجیۃ، ج 4/71۔

[30] فتاوی ولوالجیۃ، ج 4/71۔

[31] البخاری، محمد بن احمد بن عبد العزیز عامر بن مازہ، المحیط البرھانی، ج 9/27، دار احیاء والتراث العربی، طبع 2003

[32] عبد اللہ بن محمد سعد آل حسنین، التحکیم فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص 118، مؤسسۃ الشواد بعین التجویز، بیروت، طبع الاولی 1420ھ

[33] الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، الحاوی الکبیر، ج 20/363، دار الفکر بیروت، طبع 1994

[34] فتاویٰ عالمگیری: الباب التاسع فی رزق القاضی وھدیتہ۔۔ الخ، ج 3/329

[35] فتاویٰ عالمگیری: الباب التاسع فی رزق القاضی وھدیتہ ودعوتہ ومایتصل بذلک، ج 3/329

[36] الطرابلسی، علاؤالدین ابو الحسن علی ابن الخلیل، معین الحکام فیمایتردد بین الخصمین من الاحکام، ص 18-19، مکتبہ القدوس کانسی روڈ کوئٹہ، تاریخ طبع نامعلوم

[37] اللکھنوی، عبد الحئی، عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ: کتاب القضاء، باب التحکیم، ص 414-415، دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع 2009ء

[38] التحکیم فی الشریعۃ الاسلامیۃ، موسسۃ فواد، 1420ھ، ص 117۔

[39] علي بن عبد السلام التُّسُولي، تحقیق، عبد القادر شاہین، البھجۃ فی شرح التحفہ "شرح تحفۃ الحکام" ج 1/62، دار الکتب العلمیہ، بیروت ط اولیٰ، 1998

[40] الحاوی الکبیر، ج 20/365